ماہنامہ السنۃ، شمارہ نمبر 70

شوال 1435ھ، بمطابق اگست 2014ء

کلامِ الٰہی

غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری

اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے کہ جو صفاتِ باری تعالیٰ قرآنِ کریم اور صحیح احادیثِ رسول میں بیان ہوئی ہیں، ان پر بغیر تاویل وتعطیل ایمان لانا ضروری ہے۔ کتاب وسنت کی نصوص کی روشنی میں قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، نیز صوت وحروف کے ساتھ کلام کرنا اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت ہے، جو دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔ اس پر دو حدیثی دلائل ملاحظہ فرمائیں:

دلیل نمبر ① :

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں تشہد کے بعد یہ کلمات کہتے تھے:

«أَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ، وَأَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

''سب سے اچھا کلام اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر طریقہ، محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔''(سنن النسائي : 1311، وسندهٗ صحيحٌ)

دلیل نمبر ② :

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُ نَفْسَهٗ عَلَى النَّاسِ فِي الْمَوْقِفِ، فَقَالَ : «أَلَا رَجُلٌ يَّحْمِلُنِي إِلٰى قَوْمِهٖ،

فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُونِي أَنْ أُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّي» .

''رسول اللہ ﷺ اپنے آپ کو موقف (عرفات) میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا کوئی شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لے چلے، کیونکہ قریش نے تو مجھے اپنے رب کا کلام لوگوں تک پہنچانے سے روک دیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 390/3، سنن أبي داوٗد : 4734، سنن الترمذي : 2925، سنن ابن ماجه :201، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''اور امام حاکم رحمہ اللہ (613/2) نے امام بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

قرآنِ کریم کو مخلوق کہنے والا کافر ہے :

ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ قرآنِ کریم اللہ رب العزت کا کلام ہے، مخلوق نہیں۔ اسے مخلوق کہنے والے باتفاق ائمہ اسلام کافر ہیں، جیسا کہ:

① علامہ سجزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقَ الْمُنْتَمُونَ إِلَى السُّنَّةِ بِأَجْمَعِهِمْ عَلٰى أَنَّهٗ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَأَنَّ الْقَائِلَ بِخَلْقِهٖ كَافِرٌ .

''ائمہ اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآنِ کریم مخلوق نہیں، نیز اسے مخلوق کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''

(الردّ على من أنكر الحرف والصوت، ص : 106)

② امام محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِعْلَمُوا، رَحِمَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ، أَنَّ قَوْلَ الْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ لَمْ يُزِغْ قُلُوبَهُمْ عَنِ الْحَقِّ، وُوُفِّقُوا لِلرَّشَادِ، قَدِيمًا وَّحَدِيثًا، أَنَّ الْقُرْآنَ

كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰی، لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ؛ لِأَنَّ الْقُرْآنَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ، وَعِلْمُ اللّٰهِ لَا يَكُونُ مَخْلُوقًا، تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ، دَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ، وَقَوْلُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَقَوْلُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، لَا يُنْكِرُ هٰذَا إِلَّا جَهْمِيٌّ خَبِيثٌ، وَالْجَهْمِيُّ؛ فَعِنْدَ الْعُلَمَاءِ كَافِرٌ.

''جان لیجئے! اللہ ہم سب پر رحم فرمائے، جن مسلمانوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے حق سے دُور نہیں کیا اور جنہیں ہدایت نصیب کی ہے، ان کا قدیم و جدید ہر دور میں یہی قول تھا کہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق نہیں، کیونکہ قرآن اللہ رب العزت کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ قرآن و سنت، اقوال صحابہ اور فتاویٔ ائمہ مسلمین یہی بتاتے ہیں۔ صرف جہمی خبیثوں نے اس بات کا انکار کیا ہے۔ جہمی لوگ علماءِ حق کے نزدیک کافر ہیں۔'' (الشريعة: 489/1)

③ امام ابوعثمان صابونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَيَشْهَدُ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ وَيَعْتَقِدُونَ أَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ، وَكِتَابُهُ، وَوَحْيُهُ، وَتَنْزِيلُهُ، غَيْرُ مَخْلُوقٍ، وَمَنْ قَالَ بِخَلْقِهٖ وَاعْتَقَدَهُ؛ فَهُوَ كَافِرٌ عِنْدَهُمْ.

''محدثین کرام اس بات کی گواہی دیتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلام، اس کی کتاب، اس کی وحی اور اس کی طرف سے نازل شدہ ہے، مخلوق نہیں۔ جو شخص قرآنِ کریم کو مخلوق کہے اور یہ اعتقاد رکھے، وہ محدثین عظام کے نزدیک کافر ہے۔'' (عقيدة السلف أصحاب الحديث، ص: 165)

④ شیخ الاسلام، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَإِنَّ مَذْهَبَ السَّلَفِ أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَزَلْ مُتَكَلِّمًا إِذَا شَاءَ، وَكَلِمَاتُهٗ لَا نِهَايَةَ لَهَا، وَكُلُّ كَلَامٍ مَّسْبُوقٍ بِكَلَامٍ قَبْلَهٗ لَا إِلٰى نِهَايَةٍ مَّحْدُودَةٍ، وَهُوَ سُبْحَانَهٗ يَتَكَلَّمُ بِقُدْرَتِهٖ وَمَشِيئَتِهٖ .

''بلاشبہ سلف کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جب چاہتا ہے، کلام کرتا ہے۔اس کے کلمات کی کوئی انتہا نہیں۔اللہ تعالیٰ کے ہر کلام سے پہلے اس کا ایک کلام موجود ہے اور یہ سلسلہ غیر متناہی ہے۔وہ اپنی قدرت ومشیت کے ساتھ کلام کرتا ہے۔''(مجموع الفتاوٰی : 535/5)

⑤ شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ نَوَّعَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الصِّفَةَ فِي إِطْلَاقِهَا عَلَيْهِ تَنْوِيعًا يَّسْتَحِيلُ مَعَهٗ نَفْيُ حَقَائِقِهَا، بَلْ لَّيْسَ فِي الصِّفَاتِ الْإِلٰهِيَّةِ أَظْهَرُ مِنْ صِفَةِ الْكَلَامِ وَالْعُلُوِّ وَالْفِعْلِ وَالْقُدْرَةِ، بَلْ حَقِيقَةُ الْإِرْسَالِ تَبْلِيغُ كَلَامِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، وَإِذَا انْتَفَتْ عَنْهُ حَقِيقَةُ الْكَلَامِ انْتَفَتْ حَقِيقَةُ الرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ، وَالرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَخْلُقُ بِقَوْلِهٖ وَكَلَامِهٖ، كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿**إِنَّمَا أَمْرُهٗ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَّقُولَ لَهٗ كُنْ فَيَكُونُ**﴾(یٰسٓ 36 : 82)، فَإِذَا انْتَفَتْ حَقِيقَةُ الْكَلَامِ عَنْهُ انْتَفَى الْخَلْقُ، وَقَدْ عَابَ اللّٰهُ آلِهَةَ الْمُشْرِكِينَ بِأَنَّهَا لَا تُكَلِّمُ وَلَا تُكَلِّمُ عَابِدِيهَا، وَلَا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا، وَالْجَهْمِيَّةُ وَصَفُوا الرَّبَّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بِصِفَةِ هٰذِهِ الْآلِهَةِ .

''اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ کلام کا اتنی طرح سے اطلاق کیا ہے کہ اس کے حقائق کی نفی کرنا ممکن نہیں رہا۔ بلکہ صفاتِ الوہیت میں جو صفات نمایاں ہیں، وہ کلام، علو، فعل اور قدرت ہیں۔ اسی طرح مقصد رسالت صفتِ کلام باری تعالیٰ کی تبلیغ کرنا ہی تو ہے، چنانچہ صفتِ کلام کی نفی کرنا دراصل نبوت و رسالت کی نفی کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ ربّ العزت اپنی صفتِ کلام ہی کے ساتھ پیدا کرتا ہے، جیسا کہ اس کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾(یٰسٓ 36 : 82)(اللہ تعالیٰ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتا ہے، تو لفظِ کن کہتا ہے، تو وہ ہو جاتا ہے)۔ یوں حقیقتِ کلام کی نفی سے دراصل اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق کی نفی ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے معبودوں کا یہ عیب بیان کیا ہے کہ ان سے کلام نہیں کی جا سکتی، نہ ہی وہ اپنے پجاریوں سے ہمکلام ہو سکتے ہیں اور ان کی بات کا جواب دیتے ہیں۔ جہمیوں نے تو اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ!) اسی صفت سے متصف کیا ہے، جس سے مشرکین کے معبود متصف تھے۔''

(مختصر الصواعق المرسلة، ص : 494)

❁ ابن قیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

إِجْمَاع الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَجَمِيعِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَأَئِمَّةِ الْفِقْهِ عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ، مُنَزَّلٌ، غَيْرُ مَخْلُوقٍ.

''صحابہ کرام، تابعین، تمام ائمہ اہل سنت اور فقہاءِ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی طرف سے نازل کردہ ہے، مخلوق نہیں۔''(المنار المنيف : 119)

رسولِ کریم ﷺ کا جنازہ

ابن الحسن محمدی

نبی کریم ﷺ کی نمازِ جنازہ کی کسی نے امامت نہیں کی، بلکہ فرداً فرداً اس طرح ادا کی گئی، کہ لوگ گروہ در گروہ ایک دروازے سے حجرے میں داخل ہو کر تکبیرات کہتے، درود پڑھتے، دُعا کرتے اور دوسرے دروازے سے نکل جاتے۔ دلائل ملاحظہ فرمائیں:

دلیل نمبر ① :

سیدنا سالم بن عبید، جو اصحاب صفہ میں سے ہیں، بیان کرتے ہیں:

أُغْمِيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ، فَأَفَاقَ، فَقَالَ : «أَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟» قَالُوا : نَعَمْ، قَالَ : «مُرُوا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ»، ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ، فَأَفَاقَ، فَقَالَ : «أَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟» فَقُلْنَ : نَعَمْ، فَقَالَ : «مُرُوا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ»، قَالَتْ عَائِشَةُ : إِنَّ أَبِي رَجُلٌ أَسِيفٌ، فَقَالَ : «إِنَّكُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ، مُرُوا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ»، فَأَمَرْنَ بِلَالًا، أَنْ يُؤَذِّنَ، وَأَمَرْنَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَلَمَّا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ؟» قُلْنَ : نَعَمْ، قَالَ : «ادْعُوا لِي إِنْسَانًا أَعْتَمِدُ عَلَيْهِ»، فَجَاءَتْ

بَرِيرَةُ وَآخَرُ مَعَهَا، فَاعْتَمَدَ عَلَيْهَا، فَجَاءَ، وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي، فَجَلَسَ إِلٰى جَنْبِهٖ، فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَأَخَّرُ، فَحَبَسَهٗ، حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عُمَرُ : لَا يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ بِمَوْتِهٖ إِلَّا ضَرَبْتُهٗ بِسَيْفِي هٰذَا، فَسَكَتُوا وَكَانُوا قَوْمًا أُمِّيِّينَ، لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهٗ، قَالُوا : يَا سَالِمُ، اذْهَبْ إِلٰى صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَادْعُهٗ، قَالَ : فَخَرَجْتُ، فَوَجَدْتُ أَبَا بَكْرٍ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قُلْتُ : إِنَّ عُمَرَ يَقُولُ : لَا يَتَكَلَّمُ أَحَدٌ بِمَوْتِهٖ إِلَّا ضَرَبْتُهٗ بِسَيْفِي هٰذَا، فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى سَاعِدِي، ثُمَّ أَقْبَلَ يَمْشِي حَتّٰى دَخَلَ، قَالَ : فَوَسَّعُوا لَهٗ حَتّٰى أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَكَبَّ عَلَيْهِ حَتّٰى كَادَ أَنْ يَمَسَّ وَجْهُهٗ وَجْهَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى اسْتَبَانَ لَهٗ أَنَّهٗ قَدْ مَاتَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : ﴿**إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ**۝﴾ (الزمر 39 : 30)، قَالُوا : يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ : فَعَلِمُوا أَنَّهٗ كَمَا قَالَ، قَالُوا : يَا صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ نُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالُوا : وَكَيْفَ يُصَلّٰى عَلَيْهِ؟ قَالَ : يَدْخُلُ قَوْمٌ

فَيُكَبِّرُونَ وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ، وَيَجِيءُ آخَرُونَ، قَالُوا : يَا صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَلْ يُدْفَنُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالُوا : وَأَيْنَ يُدْفَنُ؟ قَالَ : فِي الْمَكَانِ الَّتِي قَبَضَ اللّٰهُ فِيهَا رُوحَهُ، فَإِنَّهُ لَمْ يَقْبِضْ رُوحَهُ إِلَّا فِي مَكَانٍ طَيِّبَةٍ، قَالَ : فَعَلِمُوا أَنَّهُ كَمَا قَالَ، ثُمَّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ : عِنْدَكُمْ صَاحِبُكُمْ، وَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ، وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ، فَجَعَلُوا يَتَشَاوَرُونَ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ قَالُوا : انْطَلِقُوا إِلٰى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَإِنَّ لَهُمْ مِّنْ هٰذَا الْحَقِّ نَصِيبًا، فَأَتَوُا الْأَنْصَارَ، فَقَالَ الْأَنْصَارُ : مِنَّا أَمِيرٌ وَّمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَقَالَ عُمَرُ : سَيْفَانِ فِي غَمْدٍ وَّاحِدٍ، إِذًا لَّا يَصْلُحَانِ، ثُمَّ أَخَذَ بَيْدِ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ : مَنْ لَّهُ هٰذِهِ الثَّلَاثُ؟ ﴿**اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ**﴾ (التوبة 9 : 40)، مَنْ صَاحِبُهُ ﴿**اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ**﴾ (التوبة 9 : 40)، مَنْ هُمَا ﴿**لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا**﴾ (التوبة 9 : 40)، مَعَ مَنْ؟ ثُمَّ بَايَعَهُ، ثُمَّ قَالَ : بَايِعُوا، فَبَايَعَ النَّاسُ أَحْسَنَ بَيْعَةٍ وَّأَجْمَلَهَا .

''رسول اللہ ﷺ کی بیماری میں آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا، تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلال (رضی اللہ عنہ) کو کہیں کہ وہ اذان دیں اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر

جب افاقہ ہوا، تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ ازواج مطہرات نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: بلال (رضی اللہ عنہ) کو کہیں کہ وہ اذان دیں اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میرے ابو جی بڑے کمزور دل والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان عورتوں کی طرح ہو، جو یوسف کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئیں تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلال کو کہیں کہ وہ اذان دیں اور ابو بکر کو کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر انہوں نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا کہا۔ جب جماعت کھڑی ہو گئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا جماعت شروع ہو گئی ہے؟ ازواجِ مطہرات نے عرض کیا: جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے لئے کوئی ایسا آدمی دیکھو، جس کا میں سہارا لے سکوں۔ سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا اور ایک دوسرا آدمی آئے۔ ان دونوں کا سہارا لیتے ہوئے آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ ان کی ایک جانب آ کر بیٹھ گئے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے، تو آپ ﷺ نے ان کو روک دیا، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے، تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں، تو میں اسے اپنی تلوار سے مار ڈالوں گا۔ اس پر لوگ خاموش ہو گئے، کیونکہ وہ اَن پڑھ تھے، آپ ﷺ سے پہلے ان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تھا۔ لوگوں نے مجھے کہا: سالم! نبی کریم ﷺ کے ساتھی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ۔ میں ان کی طرف نکلا۔ میں نے انہیں

مسجد میں کھڑے دیکھا۔انہوں نے دریافت کیا: کیا رسول اللہ ﷺ وفات پا چکے ہیں؟ میں نے کہا: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں، تو میں اسے اپنی تلوار سے مار ڈالوں گا۔انہوں نے میری کلائی پکڑی اور چل پڑے، یہاں تک کہ حجرۂ عائشہ میں داخل ہو گئے۔لوگوں نے ان کو راستہ دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس آ کر جھک گئے، حتی کہ ان کا چہرہ آپ ﷺ کے رخِ انور کو چھو گیا، یہاں تک کہ انہیں یقین ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ واقعی وفات پا چکے ہیں۔پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: بلاشبہ آپ بھی فوت ہونے والے ہیں، یقیناً یہ (کفار) بھی مر جائیں گے۔صحابہ کرام نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! تو لوگوں نے جان لیا کہ صحیح بات ایسے ہی ہے۔پھر صحابہ کرام نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ کے صحابی! کیا رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ بھی ادا کی جائے گی؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! صحابہ کرام نے پوچھا: ہم آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ کیسے ادا کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: کچھ لوگ اندر (حجرہ میں) داخل ہوں گے، تکبیریں پڑھیں گے اور دعا کریں گے۔پھر وہ باہر آ جائیں گے اور دوسرے لوگ جائیں گے۔صحابہ کرام نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ کے صحابی! کیا رسول اللہ ﷺ کی تدفین بھی ہو گی؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔صحابہ کرام نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ کی تدفین کہاں ہو گی؟ انہوں نے فرمایا: جس جگہ پر رسول اللہ ﷺ کی روح کو اللہ تعالیٰ نے قبض کیا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی روح کو اللہ تعالیٰ نے

پاکیزہ جگہ ہی میں قبض کیا ہے؟ تو لوگوں نے جان لیا کہ صحیح بات یہی ہے۔ پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ابھی) تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس ہیں۔ پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چلے گئے اور مہاجرین جمع ہو کر (خلافت کے بارے میں) باہم مشورہ کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: انصاری بھائیوں کے پاس چلو کہ ان کا بھی اس (خلافت) میں حق ہے۔ وہ انصار کے پاس آئے، تو انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ایک تم میں سے ہو گا۔ اس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو تلواریں ایک میان میں! دونوں ہی درست نہیں رہیں گی۔ پھر انہوں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ تینوں باتیں کس کے بارے میں ہیں؟ ﴿اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ﴾ (جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے) وہ ساتھی کون تھا؟ ﴿اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ (جب وہ دونوں غار میں تھے) وہ دونوں کون تھے؟ ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (اے نبی! آپ غم نہ کھایئے، بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے) کس کے ساتھ؟ (التوبة 9 : 40)۔ پھر انہوں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور لوگوں سے فرمایا: تم بھی بیعت کرو، تو سب لوگوں نے بڑے خوبصورت اور احسن انداز میں بیعت کر لی۔''

(سنن ابن ماجه : 1234، الشمائل المحمّديّة للترمذي : 396، مسند عبد بن حميد : 365، المعجم الكبير للطبراني : 65/7، دلائل النبوّة للبيهقي : 299/7، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1514، 1624) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ بوصیری کہتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيْحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''یہ سند صحیح ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔''

(مصباح الزجاجة :146/1، ح : 1234)

حافظ ہیثمی کہتے ہیں: وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔''(مجمع الزوائد : 183/5)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ، لَكِنَّهٗ مَوْقُوْفٌ .

''اس روایت کی سند صحیح ہے، البتہ یہ قول صحابی ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري :523/1)

دلیل نمبر ۲ :

سنن کبری بیہقی (30/4 ،وسندہ حسن) میں یہ الفاظ ہیں:

يَجِيئُونَ عُصْبًا عُصْبًا، فَيُصَلُّونَ .

''لوگ گروہ در گروہ داخل ہو کر نبی کریم ﷺ کی نمازِ جنازہ ادا کریں گے۔''

دلیل نمبر ۳ :

شمائلِ ترمذی (396 ، وسندہ حسن) میں یہ الفاظ ہیں:

قَالُوا : يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيُصَلّٰى عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالُوا : وَكَيْفَ؟ قَالَ : يَدْخُلُ قَوْمٌ، فَيُكَبِّرُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ، ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ، فَيُكَبِّرُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ، حَتّٰى يَدْخُلَ النَّاسُ .

''لوگوں نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ کی

نمازِ جنازہ بھی ادا کی جائے گی؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! انہوں نے پوچھا: کیسے؟ فرمایا: لوگ اندر (حجرہ میں) داخل ہوں گے، تکبیریں پڑھیں گے، درود پڑھیں گے اور دعا کریں گے، پھر باہر آ جائیں گے۔ پھر لوگوں کا دوسرا گروہ داخل ہوگا، وہ تکبیریں پڑھیں گے، درود پڑھیں گے اور دعا کرکے باہر آ جائیں گے۔ ایسے ہی باقی لوگ داخل ہوتے جائیں گے۔"

دلیل نمبر ④ :

سیدنا بہز بن اسد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ شَهِدَ الصَّلَاةَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا : كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْهِ؟ قَالَ : ادْخُلُوا أَرْسَالًا أَرْسَالًا، قَالَ : فَكَانُوا يَدْخُلُونَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ، فَيُصَلُّونَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ مِنَ الْبَابِ الْآخَرِ، قَالَ : فَلَمَّا وُضِعَ فِي لَحْدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ الْمُغِيرَةُ : قَدْ بَقِيَ مِنْ رِجْلَيْهِ شَيْءٌ لَّمْ يُصْلِحُوهُ، قَالُوا : فَادْخُلْ فَأَصْلِحْهُ، فَدَخَلَ، وَأَدْخَلَ يَدَهٗ، فَمَسَّ قَدَمَيْهِ، فَقَالَ : أَهِيلُوا عَلَيَّ التُّرَابَ، فَأَهَالُوا عَلَيْهِ التُّرَابَ، حَتّٰى بَلَغَ أَنْصَافَ سَاقَيْهِ، ثُمَّ خَرَجَ، فَكَانَ يَقُولُ : أَنَا أَحْدَثُكُمْ عَهْدًا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

"وہ نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ کے وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے، لوگ کہنے لگے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ کیسے ادا کریں؟ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک ایک گروہ کی شکل میں داخل ہوں۔ چنانچہ لوگ

ایک دروازے سے داخل ہو کر نبی کریم ﷺ کی نمازِ جنازہ ادا کرتے اور دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتے۔ جب نبی کریم ﷺ کو قبر میں اتارا گیا، تو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: نبی کریم ﷺ کے مبارک پاؤں کی جانب سے کچھ حصہ ایسا رہ گیا، جسے درست نہیں کیا گیا۔ لوگوں نے کہا: پھر آپ ہی قبر میں اتر کر اسے صحیح کر دیں۔ چنانچہ وہ قبر مبارک میں اترے اور اپنا ہاتھ قبر میں ڈالا۔ جب قدم مبارک کو چھوا، تو کہنے لگے: اب میری طرف سے مٹی ڈالو، لوگوں نے مٹی ڈالنا شروع کر دی، یہاں تک کہ وہ ان (سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ) کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچ گئی۔ پھر وہ باہر نکل آئے اور کہنے لگے: نبی کریم ﷺ سے سب سے قریب کا زمانہ مجھے ملا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: 81/5، ح: 21047، وسندہٗ صحیحٌ)

دلیل نمبر ⑤ :

سیدنا ابوعسیم/ابوعسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ قَالُوا : كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْهِ؟ قَالُوا : ادْخُلُوا مِنْ ذَا الْبَابِ أَرْسَالًا أَرْسَالًا، فَصَلُّوا عَلَيْهِ، وَاخْرُجُوا مِنَ الْبَابِ الْآخَرِ .

''جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے، تو لوگوں نے کہا: نبی کریم ﷺ کی نمازِ جنازہ کیسے ادا کی جائے؟ صحابہ کرام نے جواب دیا: اس دروازے سے گروہ در گروہ داخل ہوتے جاؤ اور آپ ﷺ کی نماز جنازہ ادا کر کے دوسرے دروازے سے نکلتے جاؤ۔'' (الطبقات الکبریٰ لابن سعد: 289/2، وسندہٗ صحیحٌ)

اہل علم کا فیصلہ :

① امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَذٰلِكَ لِعِظَمِ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، بِأَبِي هُوَ وَأُمِّي، وَتَنَافُسِهِمْ فِي أَنْ لَّا يَتَوَلَّى الْإِمَامَةَ فِي الصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَاحِدٌ، وَصَلَّوْا عَلَيْهِ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةً.

''نبی کریم ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ ﷺ کی نمازِ جنازہ اس لیے فرداً فرداً ادا کی گئی کہ اس میں آپ ﷺ کی عظمت کا اظہار تھا، نیز صحابہ کرام نہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کی نماز جنازہ کا کوئی امام بنے۔''

(السنن الکبرٰی للبیهقي : 30/4، وسندهٗ صحیحٌ)

② **محدث اَندلس، علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں:**

وَأَمَّا صَلَاةُ النَّاسِ عَلَيْهِ أَفْذَاذًا، فَمُجْتَمَعٌ عَلَيْهِ، عِنْدَ أَهْلِ السِّيَرِ، وَجَمَاعَةُ أَهْلِ النَّقْلِ لَا يَخْتَلِفُونَ فِيهِ.

''نبی کریم ﷺ کی فرداً فرداً نمازِ جنازہ ادا کرنے پر اہل سیرت کا اجماع ہے، محدثین کرام اس میں کوئی اختلاف نہیں کرتے۔''

(التمهید لما في الموطأ من المعاني والأسانید : 397/24)

③ **مؤرخ اسلام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:**

وَهٰذَا الصَّنِيعُ، وَهُوَ صَلَاتُهُمْ عَلَيْهِ فُرَادٰى، لَمْ يَؤُمَّهُمْ أَحَدٌ عَلَيْهِ، أَمْرٌ مُّجْمَعٌ عَلَيْهِ، لَا خِلَافَ فِيهِ.

''نبی کریم ﷺ کی نمازِ جنازہ کے فرداً فرداً ادا کیے جانے اور کسی کے امامت نہ کرانے پر اجماع واتفاق ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(البدایة والنهایة : 232/5)

مدتِ تکمیل قرآن

حافظ ابو یحییٰ نورپوری

تین دن اور اس سے زائد مدت میں قرآنِ کریم کی تلاوت مکمل کرنا مستحب اور افضل ہے، دلائل ملاحظہ ہوں :

دلیل نمبر ① :

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مکالمہ ہوا:

«صُمْ مِّنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ»، قَالَ : إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ : فَمَا زَالَ حَتّٰى قَالَ : «صُمْ يَوْمًا وَّأَفْطِرْ يَوْمًا»، وَقَالَ : «اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ»، فَقُلْتُ : إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، حَتّٰى قَالَ : «اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي ثَلَاثٍ» .

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینے میں صرف تین دن کے روزے رکھا کرو۔ انہوں نے عرض کیا: مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ مسلسل یہی کہتے رہے، (کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے)، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا: ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآنِ کریم کی تلاوت ایک مہینے میں مکمل کیا کرو۔ انہوں نے عرض کیا: میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، (اور مسلسل یہی کہتے رہے)، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن میں مکمل کرلیا کرو۔''

(صحيح البخاري : 1978)

دلیل نمبر ② :

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ» .

''جس نے تین دنوں سے پہلے قرآن کی تلاوت مکمل کی، اس نے سمجھا نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 1394، سنن الترمذي : 2949، سنن ابن ماجه : 1347، فضائل القرآن للنسائي : 92، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

''یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

دلیل نمبر ③ :

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ چالیس (۴۰) دنوں میں قرآنِ کریم کی تکمیل کیا کریں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مہینے میں، پھر فرمایا: بیس (۲۰) دنوں میں، پھر فرمایا: پندرہ (۱۵) دنوں میں، پھر فرمایا: دس (۱۰) دنوں میں، پھر فرمایا: سات (۷) دنوں میں، اور سات (۷) دنوں پر آ کر رک گئے۔

(فضائل القرآن للنسائي : 94، مختصر قيام الليل للمروزي، ص : 66، وسندهٗ صحيحٌ)

دلیل نمبر ④ :

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں بات چیت ہوئی:

«اِقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ»، قُلْتُ : إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، حَتّٰى قَالَ : «فَاقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ، وَلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ» .

''آپ ﷺ نے فرمایا: ایک مہینے میں قرآنِ مجید مکمل کیا کرو، میں نے عرض کیا: میں اس سے کم مدت میں تکمیل کی طاقت رکھتا ہوں، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر سات دنوں میں تکمیل کر لیا کرو، اس سے کم مدت میں مکمل نہ کرنا۔''(صحيح البخاري : 5054، صحيح مسلم : 1159)

دلیل نمبر ⑤ :

ام المومنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

«وَلَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ».

''میں نہیں جانتی کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات میں مکمل قرآنِ کریم پڑھا ہو۔''(صحيح مسلم : 139/746)

دلیل نمبر ⑥ :

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَبْعٍ».

''ہر ہفتے قرآنِ کریم کی تلاوت مکمل کیا کرو۔''

(فضائل القرآن للفريابي :131، وسندهٗ صحيحٌ)

دلیل نمبر ⑦ :

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد الرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«إِنَّ أَبَاهُ كَانَ يَخْتِمُ فِي رَمَضَانَ فِي ثَلَاثٍ، وَفِي غَيْرِ رَمَضَانَ مِنَ الْجُمُعَةِ لِلْجُمُعَةِ».

''میرے والدِ محترم رمضان المبارک میں تین دنوں میں قرآنِ کریم کی تکمیل

کیا کرتے تھے اور دوسرے دنوں میں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک قرآن مکمل کیا کرتے تھے۔‘‘(فضائل القرآن للفريابي : 132، وسندهٗ صحيحٌ)

مذکورہ بالا مرفوع احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی ایک رات میں مکمل قرآن کریم نہیں پڑھا، نیز آپ ﷺ سات دن یا کم از کم تین دن میں تکمیل کی ہدایت فرماتے تھے، لہٰذا بہتر یہی ہے تین دن یا اس سے زائد مدت میں ہی قرآنِ کریم کی تکمیل کی جائے۔

تین دن سے کم مدت میں تکمیل اور اسلافِ امت :

البتہ ان تعلیماتِ نبوی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تین دن سے پہلے تکمیل کرنا حرام ہے، کیونکہ اسلافِ امت کا فہم وعمل یہی بتاتا ہے۔اس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

① سیدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ :

❀ خلیفۂ راشد، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآنِ کریم پڑھنا ثابت ہے۔

(شرح معاني الآثار للطحاوي : 294/1، سنن الدارقطني : 34/2، ح : 1658، وسندهٗ حسنٌ)

② سیدنا ابن عبّاس رضی اللہ عنہما اور ابو جمرہ تابعی رحمہ اللہ :

❀ ابو جمرہ، نصر بن عمران بصری رحمہ اللہ، جو کہ ایک ثقہ تابعی امام ہیں، کہتے ہیں:

إِنِّي رَجُلٌ سَرِيعُ الْقِرَاءَةِ، وَرُبَّمَا قَرَأْتُ الْقُرْآنَ فِي لَيْلَةٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَأَنْ أَقْرَأَ سُورَةً وَّاحِدَةً أَعْجَبُ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْعَلَ مِثْلَ الَّذِي تَفْعَلُ، فَإِنْ كُنْتَ فَاعِلًا لَّا بُدَّ؛ فَاقْرَأْهُ قِرَاءَةً تُسْمِعُ أُذُنَيْكَ وَيَعِيهِ قَلْبُكَ .

’’میں تیز قراءت کرنے والا شخص ہوں اور کبھی تو ایک رات میں ایک یا دو مرتبہ قرآنِ مجید مکمل کر لیتا ہوں۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں

ایک سورت کی تلاوت کر لوں،تو یہ مجھے آپ کے طرزِ عمل سے اچھا لگتا ہے۔
البتہ اگر آپ ضرور ہی ایسا کرنا چاہتے ہیں،تو تلاوت ایسے انداز میں کریں
کہ آپ کے کان اسے سن رہے ہوں اور آپ کا دل اسے سمجھ رہا ہو۔''
(السنن الکبرٰی للبیهقي : 396/2، وسندهٗ حسنٌ)

③ امام سعيد بن جبير تابعي رحمہ اللہ :

❁ امام سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

«إِنَّهٗ كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ لَيْلَتَيْنِ».

''آپ رحمہ اللہ دو راتوں میں قرآنِ پاک مکمل پڑھ لیا کرتے تھے۔''

(الطبقات الكبرى لابن سعد : 270/2، سنن الدارمي : 3528، حلية الأولياء لأبي نعيم الأصبهاني : 273/4، وسندهٗ صحيحٌ)

④ امام قتاده بن دعامه تابعي رحمہ اللہ :

❁ سلام بن ابو مطیع رحمہ اللہ ،امام قتادہ بن دعامہ تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

«إِنَّهٗ كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً، فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ؛ خَتَمَ فِي كُلِّ ثَلَاثِ لَيَالٍ مَرَّةً، فَإِذَا جَاءَ الْعَشْرُ؛ خَتَمَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مَرَّةً».

''آپ رحمہ اللہ سات راتوں میں ایک مرتبہ قرآنِ مجید مکمل کیا کرتے تھے۔البتہ جب ماہِ رمضان المبارک آتا،تو تین راتوں میں ایک مرتبہ قرآن کریم کی تکمیل کرتے اور جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہو جاتا،تو ہر رات میں ایک مرتبہ تکمیل کرتے تھے۔''

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء لأبي نعيم الأصبهاني : 339/2، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ علقمه بن قيس تابعي رحمہ اللہ :

❁ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، علقمہ بن قیس نخعی تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں:

إِنَّ عَلْقَمَةَ كَانَ يَقْرَأُ فِي خَمْسٍ، قَالَ : وَقَرَأَهُ فِي مَكَّةَ فِي لَيْلَةٍ .

''علقمہ رحمہ اللہ پانچ دنوں میں قرآنِ کریم پڑھا کرتے تھے، البتہ مکہ مکرمہ میں انہوں نے ایک رات میں قرآنِ کریم کی قراءت کی۔''

(فضائل القرآن للفريابي : 139، وسندهٔ صحيحٌ، فضائل القرآن لأبي عبيد، ص : 182، الثقات لابن حبّان : 208/5، وسندهٔ صحيحٌ)

⑥ اسود بن یزید تابعي رحمہ اللہ :

❁ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، اسود بن یزید تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں:

كَانَ الْأَسْوَدُ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فِي لَيْلَتَيْنِ، وَيَخْتِمُهُ فِي سِوٰى رَمَضَانَ فِي سِتٍّ .

''اسود بن یزید رحمہ اللہ رمضان المبارک میں دو راتوں میں مکمل قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے، جبکہ عام حالات میں چھ دنوں میں قرآن کی تکمیل کیا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 500/2، الثقات لابن حبّان : 31/4، الطبقات الكبرٰى لابن سعد : 136/6، وسندهٔ صحيحٌ)

⑦ امام علي ازدي تابعي رحمہ اللہ :

❁ امام مجاہد بن جبر تابعی رحمہ اللہ علی ازدی تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں:

كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي رَمَضَانَ كُلَّ لَيْلَةٍ .

''آپ رحمہ اللہ رمضان المبارک میں ہر رات مکمل قرآنِ کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 500/2، الثقات لابن حبّان : 164/5، 165، وسندهٔ حسنٌ)

⑧ سعد بن ابراهيم تابعي رحمہ اللہ :

❁ امام شعبہ بن حجاج قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ .

''سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن تابعی رحمہ اللہ ہر دن رات میں ایک دفعہ مکمل قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔''

(الطبقات الكبرٰى لابن سعد : 364/5، تاريخ دمشق لابن عساكر : 213/20، وسندهٗ صحيحٌ)

⑨ ابو هارون خزاز رازي رحمہ اللہ :

❁ محمد بن خالد خزاز رحمہ اللہ بارے میں امام ابن ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

كَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ .

''آپ رحمہ اللہ ایک دن رات میں قرآنِ مجید مکمل کیا کرتے تھے۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 245/7)

⑩ امام عبد الرحمٰن بن مهدي رحمہ اللہ :

❁ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنُ بْنُ مَهْدِيٍّ يَّخْتِمُ فِي كُلِّ لَيْلَتَيْنِ، كَانَ وِرْدُهٗ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ نِصْفُ الْقُرْآنَ .

''امام عبد الرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ دو راتوں میں قرآنِ کریم مکمل کیا کرتے تھے۔ایک رات میں نصف قرآن پڑھا کرتے تھے۔''

(تاريخ بغداد للخطيب : 247/10، وسندهٗ صحيحٌ)

⑪ امام محمد بن احمد بن ابو عون رحمہ اللہ :

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ اپنے استاذ محمد بن احمد بن ابوعون رحمہ اللہ کے بارے

میں بیان فرماتے ہیں:

وَكَانَ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ مَّرَّتَيْنِ .

''آپ رحمہ اللہ ہر دن رات میں دو مرتبہ قرآنِ کریم مکمل کیا کرتے تھے۔''

(صحيح ابن حبّان : 4622)

⑫ حافظ يحيٰي بن شرف نووي رحمہ اللہ :

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالِاخْتِيَارُ أَنَّ ذٰلِكَ يَخْتَلِف بِالْأَشْخَاصِ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْفَهْمِ وَتَدْقِيقِ الْفِكْرِ؛ اُسْتُحِبَّ لَهٗ أَنْ يَّقْتَصِرَ عَلَى الْقَدَرِ الَّذِي لَا يَخْتَلُّ بِهِ الْمَقْصُودُ مِنَ التَّدَبُّرِ وَاسْتِخْرَاجِ الْمَعَانِي، وَكَذَا مَنْ كَانَ لَهٗ شُغْلٌ بِالْعِلْمِ أَوْ غَيْرِهٖ مِنْ مُّهِمَّاتِ الدِّينِ وَمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ الْعَامَّةِ؛ يُسْتَحَبُّ لَهٗ أَنْ يَّقْتَصِرَ مِنْهُ عَلَى الْقَدَرِ الَّذِي لَا يُخِلُّ بِمَا هُوَ فِيهِ، وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ فَالْأَوْلٰى لَهُ الِاسْتِكْثَارُ مَا أَمْكَنَهٗ مِنْ غَيْرِ خُرُوجٍ إِلَى الْمَلَلِ، وَلَا يَقْرَؤُهٗ هَذْرَمَةً، وَاللّٰهُ أَعْلَم .

''اس سلسلے میں راجح بات یہ ہے کہ تکمیل قرآن کی مدت کا مسئلہ مختلف لوگوں کے لیے مختلف ہے۔ جو شخص سمجھ بوجھ اور گہری سوچ رکھنے والا ہے، وہ اتنی مقدار میں تلاوت کرے کہ تدبر اور استخراج معانی کے مقصد میں خلل واقع نہ ہو۔ اسی طرح جو شخص علمی مصروفیات یا دیگر دینی سرگرمیوں اور عام مسلمانوں کی اصلاح میں مشغول ہے، اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ اتنی مقدار میں تلاوت کرے کہ اس کے دیگر امور میں خلل نہ آئے۔ ہاں، جو شخص ایسی مصروفیات میں نہیں ہے، اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ اکتاہٹ کے بغیر جس قدر ممکن ہو

سکے، کثرت کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرے، نیز تیز رفتاری سے قراءت نہ کرے، واللہ اعلم!''

(التبيان في آداب حملة القرآن، ص :61، فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر : 97/9، تفسير ابن كثير :81/1، 82، بتحقيق عبدالرزاق المهدي)

⑬ علامه عبد الرحمٰن مباركپوري رحمہ اللہ :

❀ شارحِ سنن ترمذی، علامہ محمد عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَوْ تَتَبَّعْتَ تَرَاجِمَ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ؛ لَوَجَدْتَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقْرَءُ ونَ الْقُرْآنَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ، فَالظَّاهِرُ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْأَعْلَامَ لَمْ يَحْمِلُوا النَّهْيَ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ عَلَى التَّحْرِيمِ.

''اگر آپ ائمہ حدیث کی سیرت کی ورق گردانی کریں گے، تو آپ کو ان میں بہت سے ایسے ائمہ ملیں گے، جو تین دنوں سے پہلے قرآنِ کریم کی قراءت مکمل کرلیا کرتے تھے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کبار محدثین تین دن سے پہلے قرآنِ کریم کی تکمیل کے بارے میں وارد ہونے والی ممانعت کو تحریمی نہیں سمجھتے تھے۔''(تحفة الأحوذي : 63/4)

لیکن تکمیل کی جو بھی صورت ہو، آدابِ تلاوت کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے، جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالتَّرْتِيلُ فِي الْقِرَاءَةِ أَحَبُّ إِلَى أَهْلِ الْعِلْمِ.

''قراءت میں ترتیل اہل علم کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 2946)

قارئین کے سوالات

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال ① : ایک کافر کے نکاح میں چار سے زائد بیویاں ہوں اور وہ مسلمان ہو جائے، تو ان میں سے چار کا انتخاب کیسے کرے گا؟

جواب : اسلام نے چار سے زائد بیویاں رکھنے کی بالکل اجازت نہیں دی، اس لیے جو کافر مسلمان ہو جائے اور اس کی چار سے زائد بیویاں ہوں، تو ان میں سے جو چار اسے زیادہ پسند ہوں، انہیں رکھ لے، باقی بیویوں کو چھوڑ دے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ان کی دلیل درجِ ذیل حدیث ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ، وَعِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّمْسِكَ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا .

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، ان کے نکاح میں دس بیویاں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ ان میں سے چار رکھ لیں۔''

(سنن الدارقطني : 271/3، 272، المعجم الأوسط للطبراني : 1680، السنن الكبرٰى للبيهقي : 183/7، أخبار أصفهان لأبي نعيم الأصبهاني : 295/1، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وَرِجَالُ إِسْنَادِهٖ ثِقَاتٌ .

''اس حدیث کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔'' (التلخيص الحبير : 169/3)

مذکورہ حدیث اور فقہ حنفي :

اس صحیح حدیث کے برعکس امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان ہونے والا شخص صرف پہلی چار بیویوں کو رکھے گا، بعد والی تمام بیویوں سے نکاح خود بخود فسخ ہو جائے گا۔ یہ قول بے بنیاد اور بے دلیل ہونے کے ساتھ ساتھ سلف صالحین اور ائمہ اسلام کے فہم کے بھی خلاف ہے۔

❁ یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کے شاگرد، محمد بن حسن، شیبانی مذکورہ حدیث کی موافقت اور اپنے استاذ کی مخالفت میں لکھتے ہیں :

وَبِهٰذَا نَأْخُذُ، يَخْتَارُ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا؛ أَيَّتَهُنَّ شَاءَ، وَيُفَارِقُ مَا بَقِيَ، وَأَمَّا أَبُو حَنِيفَةَ فَقَالَ : نِكَاحُ الْأَرْبَعَةِ الْأُوَلِ جَائِزٌ، وَنِكَاحُ مَنْ بَقِيَ مِنْهُنَّ بَاطِلٌ.

''ہم اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمام بیویوں میں سے جو چار چاہے، رکھ لے اور باقی بیویوں کو چھوڑ دے، جبکہ امام ابو حنیفہ کا کہنا ہے کہ صرف پہلی چار بیویوں کا نکاح برقرار رہے گا اور باقی بیویوں کا نکاح ختم ہو جائے گا۔'' (المؤطّأ لمحمّد بن حسن، ص : 244)

❁ علامہ ابن قدامہ، مقدسی رحمہ اللہ (541-620ھ) لکھتے ہیں :

إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا أَسْلَمَ، وَمَعَهُ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعِ نِسْوَةٍ، فَأَسْلَمْنَ فِي عِدَّتِهِنَّ، أَوْ كُنَّ كِتَابِيَّاتٍ، لَمْ يَكُنْ لَهُ إِمْسَاكُهُنَّ كُلِّهِنَّ بِغَيْرِ خِلَافٍ نَعْلَمُهُ، وَلَا يَمْلِكُ إِمْسَاكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعٍ، فَإِذَا أَحَبَّ ذٰلِكَ؛ اخْتَارَ أَرْبَعًا مِنْهُنَّ، وَفَارَقَ سَائِرَهُنَّ، سَوَاءٌ تَزَوَّجَهُنَّ فِي

عَقْدٍ أَوْ فِي عُقُودٍ، وَسَوَاءٌ اخْتَارَ الْأَوَائِلَ أَوْ الْأَوَاخِرَ .

''کافر جب مسلمان ہو جائے اور اس کے نکاح میں چار سے زائد بیویاں ہوں، عدت کے دوران ہی وہ بھی اسلام قبول کر لیں یا وہ اہل کتاب ہوں، تو اس کے لیے سب کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔ اس مسئلے میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف ہمارے علم میں نہیں۔ وہ شخص چار سے زائد بیویوں کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ جب وہ ان سے تعلق رکھنا چاہے، تو ان میں سے جو چار چاہے، منتخب کر لے اور باقی کو چھوڑ دے، خواہ ان سے ایک ہی وقت میں نکاح ہوا ہو یا کئی اوقات میں اور خواہ ان میں سے پہلی چار کو منتخب کرے یا آخری چار کو۔''(المغني : 620/6، وفي نسخة : 157/7)

فائدہ : اس حدیث میں يَتَخَيَّرُ اور خُذْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا کے الفاظ امام زہری رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' کی بنا پر ''ضعیف'' ہیں۔

سوال ②: بعض لوگ خطبۂ جمعہ سے پہلے منبر پر بیٹھ کر وعظ و تقریر کرتے ہیں، پھر دو خطبے پڑھ کر نمازِ جمعہ ادا کرتے ہیں۔ کیا ان کا یہ اقدام درست ہے؟

جواب : بعض لوگوں کا یہ طریقہ قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے عمل کے خلاف ہے اور دین سازی کے مترادف ہے۔

❀ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ؛ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا، يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَيُذَكِّرُ النَّاسَ .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دو خطبے ارشاد فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان میں بیٹھتے اور (دونوں میں) قرآنِ کریم پڑھ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔''(صحیح مسلم : 862)

بعض الناس کے شبہات :

بعض لوگوں کے دلائل، بلکہ شبہات پر تبصرہ پیش خدمت ہے :

شبہ نمبر ① :

محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُومُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلٰى جَانِبِ الْمِنْبَرِ، ---، ثُمَّ يَقْبِضُ عَلٰى رُمَّانَةِ الْمِنْبَرِ، يَقُولُ : قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَقُولُ فِي بَعْضِ ذٰلِكَ : وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فَإِذَا سَمِعَ حَرَكَةَ بَابِ الْمَقْصُورَةِ بِخُرُوجِ الْإِمَامِ؛ جَلَسَ .

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن منبر کی ایک طرف کھڑے ہو جاتے ---، پھر منبر کا کنارہ پکڑ کر فرماتے : ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا، صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا۔ بعض دفعہ یہ کہتے : اہل عرب کے لیے اس شر سے ہلاکت ہے، جو قریب آ چکا ہے۔ پھر جب امام کے نکلنے کی وجہ سے باب المقصورہ کی حرکت سنتے، تو بیٹھ جاتے۔'' (المستدرك على الصحيحين للحاكم : 108/1)

تجزیہ :

اس حدیث کو اگرچہ امام حاکم رحمہ اللہ نے ''امام بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے، لیکن یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے، کیونکہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے ردّ میں لکھا ہے :

فِيهِ انْقِطَاعٌ . ''اس سند میں انقطاع ہے۔''(تلخيص المستدرك :108/1)

''منقطع''سند والی روایت کبھی ''صحیح''نہیں ہو سکتی، کیونکہ ''متصل السند'' ہونا ''صحیح'' حدیث کی شرط ہے۔

شبہ نمبر ② :

حمید بن عبد الرحمٰن تابعی رحمہ اللہ کا بیان ہے :

إِنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرَ فِي الْقَصَصِ سِنِينَ، فَأَبٰى أَنْ يَّأْذَنَ لَهٗ، فَاسْتَأْذَنَهٗ فِي يَوْمٍ وَّاحِدٍ، فَلَمَّا أَكْثَرَ عَلَيْهِ؛ قَالَ لَهٗ : مَا تَقُولُ ؟ قَالَ : أَقْرَأُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ، وَآمُرُهُمْ بِالْخَيْرِ، وَأَنْهَاهُمْ عَنِ الشَّرِّ، قَالَ عُمَرُ : ذٰلِكَ الذِّبْحُ، ثُمَّ قَالَ : عِظْ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ فِي الْجُمُعَةِ، فَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ يَوْمًا وَّاحِدًا فِي الْجُمُعَةِ، فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ؛ اسْتَزَادَهٗ، فَزَادَهٗ يَوْمًا آخَرَ .

''سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ،سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کئی سال وعظ کرنے کے بارے میں اجازت طلب کرتے رہے،لیکن انہوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے ایک دن کے لیے اجازت طلب کی۔جب زیادہ اصرار کیا،تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ (وعظ میں) کیا کہیں گے؟انہوں نے عرض کیا: میں قرآن پڑھوں گا،نیکی کا حکم دوں گا اور برائی سے منع کروں گا۔فرمایا: یہ(وعظ) ذبح ہونے کے مترادف ہے۔پھر فرمایا: جمعہ کے دن میرے (خطبہ کے لیے) نکلنے سے پہلے وعظ کر لیا کیجیے۔یوں سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ ہفتے میں ایک دن وعظ کرتے رہے۔جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے،تو سیدنا تمیم رضی اللہ عنہ نے ان سے

زیادہ وعظ کرنے کی اجازت طلب کی، جس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک اور دن کی اجازت دے دی۔'' (تاريخ دمشق للخطيب البغدادي : 11/80، 81)

تجزیہ :

اس روایت کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ :

① امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ ''مدلس'' ہیں۔

② حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

③ عبداللہ بن نافع صائغ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

ثِقَةٌ، صَحِيحُ الْكِتَابِ، فِي حِفْظِهِ لِينٌ .

''یہ ثقہ راوی ہیں، ان کی کتاب میں لکھی ہوئی روایات صحیح ہیں، لیکن ان کے حافظے میں کمزوری ہے۔'' (تقريب التهذيب : 3659)

الحاصل : خطبہ جمعہ سے پہلے وعظ وتقریر کے نام پر بیان بے اصل اور بدعت ہے۔ مذکورہ دونوں روایات کا جمعہ سے پہلے مروّجہ وعظ سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر ان میں سے کوئی ثابت بھی نہیں۔

سوال ③ : کیا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا «يَا رَبِّ، فَاجْعَلْنِي مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ» (اے میرے ربّ! مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے کر دے) کہنا ثابت ہے؟

جواب : موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب یہ روایت بالکل بھی ثابت نہیں۔

یہ روایت امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب دلائل النبوّة (1/68، 69 ح : 31) اور تاریخ ابن عساکر (61/119) میں مذکور ہے۔

اس کی سند سخت ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

① اس کا راوی جبارہ بن مغلس جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے اسے ''کذاب'' قرار دیا ہے۔

❁ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يُوضَعُ لَهُ الْحَدِيثُ، فَيُحَدِّثُ بِهِ، وَمَا كَانَ عِنْدِي مِمَّنْ يَّتَعَمَّدُ الْكِذْبَ.

''اسے حدیث گھڑ کر دی جاتی اور وہ اسے بیان کر دیتا تھا۔میرے نزدیک یہ ان لوگوں میں سے نہیں تھا، جو جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 550/2)

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

(سؤالات البرقاني للدارقطني: 750)

② اس کے راوی ربیع بن نعمان کے بارے میں خود امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَفِيهِ لِينٌ. ''اس میں کمزوری ہے۔''

(دلائل النبوّة: 69/1)

الحاصل: مذکورہ روایت سخت ''ضعیف'' ہے، لہٰذا اس سے یہ ثابت کرنا درست نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی دُعا کی تھی۔

سوال ④: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب یہ روایت بلحاظِ سند کیسی ہے؟

«لَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا؛ لَمَا وَسِعَهٗ إِلَّا اتِّبَاعِي».

''اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے،تو ان کے لیے بھی میری پیروی کے بغیر کوئی

چارہ نہ ہوتا۔‘‘

جواب : اس روایت کے بارے میں مفصل تبصرہ درجِ ذیل ہے :

① سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے یہ بیان منسوب ہے :

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ أَصَابَهُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكُتُبِ، فَقَرَأَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَغَضِبَ وَقَالَ : «أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهٖ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهٖ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَوْ أَنَّ مُوسٰى كَانَ حَيًّا، مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي» .

’’سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک کتاب لیے حاضر ہوئے ، جو انہیں بعض اہل کتاب سے ملی تھی۔انہوں نے اس کتاب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑھنا شروع کر دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ گئے اور فرمایا: ابن خطاب! کیا تم لوگ اپنی شریعت کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہو؟اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!یقیناً میں تمہارے پاس صاف اور چمکدار شریعت لے کر آیا ہوں۔تم اہل کتاب سے کچھ بھی نہ پوچھو،ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں حق بات بتائیں اورتم اس کی تکذیب کر دو یا وہ تمہیں باطل بیان کریں اورتم اس کی تصدیق کر بیٹھو۔اس ذات کی قسم جس

کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر موسیٰ (ﷺ) بھی زندہ ہوتے، تو انہیں بھی میری پیروی کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔''

(مسند الإمام أحمد : 387/3، سنن الدارمي : 435)

اس کی سند مجالد بن سعید کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ یہ راوی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

② سیدنا عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منسوب ہے:

جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي مَرَرْتُ بِأَخٍ لِّي مِنْ قُرَيْظَةَ، فَكَتَبَ لِي جَوَامِعَ مِنَ التَّوْرَاةِ، أَلَا أَعْرِضُهَا عَلَيْكَ؟ قَالَ : فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : فَقُلْتُ لَهٗ : أَلَا تَرٰى مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ عُمَرُ : رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا، قَالَ : فَسُرِّيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ : «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ، لَوْ أَصْبَحَ فِيكُمْ مُّوسٰى، ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوهُ، وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ، إِنَّكُمْ حَظِّي مِنَ الْأُمَمِ، وَأَنَا حَظُّكُمْ مِّنَ النَّبِيِّينَ» .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا : اللہ کے رسول! میں قبیلہ بنو قریظہ سے اپنے ایک بھائی کے پاس

سے گزرا۔اس نے تورات کی کچھ جامع باتیں مجھے لکھ دی ہیں۔کیا میں آپ کی خدمت میں وہ باتیں پیش نہ کروں؟اس پر رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا۔سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا : کیا آپ رسول اکرم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر غصہ نہیں دیکھ رہے؟سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا : میں اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے،اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوں۔اس سے نبی اکرم ﷺ کا غصہ دُور ہو گیا،پھر آپ ﷺ نے فرمایا : اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر موسیٰ (علیہ السلام) تم میں آ جائیں،پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو،تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔امتوں میں سے تم میرے حصے میں آئے ہو اور انبیاء میں سے میں تمہارے حصے میں آیا ہوں۔''(مسند الإمام أحمد :470/3، 471، 265/4)

اس روایت کی سند میں جابر بن یزید جعفی راوی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔اس میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' بھی موجود ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں :

وَلَمْ يَصِحَّ . ''یہ صحیح نہیں۔''(التاریخ الکبیر : 39/5)

③ امام حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رِضْوَانُ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يُحَدِّثُونَنَا بِأَحَادِيثَ قَدْ أَخَذَتْ بِقُلُوبِنَا، وَقَدْ هَمَمْنَا أَنَّ نَكْتُبُهَا، فَقَالَ : «يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، أَمُتَهَوِّكُنَّ أَنْتُمْ

كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى ؟ أَمَا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، وَلٰكِنِّي أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَاخْتُصِرَ لِيَ الْحَدِيثُ اخْتِصَارًا» .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اہل کتاب ہمیں بہت سی ایسی باتیں بیان کرتے ہیں، جو ہمارے دلوں کو چھوتی ہیں اور ہم انہیں لکھنے کا ارادہ کر لیتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن خطاب! کیا تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح شکوک وشبہات کا شکار ہونے لگے ہو؟اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے،یقیناً میں تمہارے پاس ایک واضح اور چمکدار شریعت لے کر آیا ہوں،البتہ مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں بات کو میرے لیے مختصر کر دیا گیا ہے۔''

(فضائل القرآن لابن الضريس : 89، شعب الإيمان للبيهقي : 178)

اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے،کیونکہ امام حسن بصری رحمہ اللہ کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع و لقا نہیں،نیز وہ ''مدلس'' بھی ہیں۔یوں یہ سند ''منقطع'' ہے۔

④ خالد بن عرفطہ سے روایت ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ : انْتَسَخْتُ كِتَابًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَرَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِي، فَقَالَ : مَا هٰذَا الْكِتَابُ يَا عُمَرُ ؟ فَقُلْتُ : انْتَسَخْتُ كِتَابًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لِنَزْدَادَ بِهٖ عِلْمًا إِلٰى عِلْمِنَا، قَالَ : فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ : يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ السِّلَاحَ السِّلَاحَ، أُغْضِبَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَائُوا حَتّٰى أَحْدَقُوا بِمِنْبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : «إِنِّي أُوتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَخَوَاتِمَهُ، وَاخْتُصِرَ لِيَ الْحَدِيثُ اخْتِصَارًا، وَلَقَدْ أَتَيْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً، فَلَا تَهِيكُوا، وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ الْمُتَهَيِّكُونَ»، فَقَالَ عُمَرُ : رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِكَ رَسُولًا، ثُمَّ نَزَلَ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہل کتاب سے ایک کتاب لکھی تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں وہ کتاب دیکھی،تو فرمایا: عمر! یہ کون سی کتاب ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے اسے اہل کتاب سے لکھا ہے تا کہ ہم اپنے علم میں اضافہ کریں۔یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ گئے حتی کہ آپ کی آنکھیں مبارک سرخ ہوگئیں۔انصار کہنے لگے : او انصار کی جماعت ! اسلحہ پکڑ و،تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ دلایا گیا ہے۔انہوں نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کو گھیرے میں لے لیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: مجھے جامع و مانع کلمات عطا کیے گئے ہیں اور بات میرے لیے مختصر کر دی گئی ہے۔میں تمہارے پاس واضح شریعت لے کر آیا ہوں۔تم شکوک و شبہات میں نہ پڑو،نہ ہی تمہیں شکوک و شبہات میں مبتلا لوگ دھوکے میں

ڈالیں۔اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : (اللہ کے رسول!) میں اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور آپ کے رسول ہونے پر راضی ہوں۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔''

(الضعفاء الكبير للعقيلي :21/1)

اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

① عبد الرحمٰن بن اسحاق، ابوشیبہ، کوفی، واسطی راوی جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

② خلیفہ بن قیس راوی ''مجہول'' ہے۔

⑤ سیدنا ابو دردا رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

جَاءَ عُمَرُ بِجَوَامِعَ مِنَ التَّوْرَاةِ إِلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، جَوَامِعُ مِنَ التَّوْرَاةِ أَخَذْتُهَا مِنْ أَخٍ لِّي مَنْ بَنِي زُرَيْقٍ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ زَيْدٍ الَّذِي أُرِيَ الْأَذَانَ : أَمَسَخَ اللّٰهُ عَقْلَكَ؟ أَلَا تَرَى الَّذِي بِوَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ عُمَرُ : رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا، وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا، فَسُرِّيَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ : «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَوْ كَانَ مُوسٰى بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي؛ لَضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا، أَنْتُمْ حَظِّي

مِنَ الْأُمَمِ، وَأَنَا حَظُّكُمْ مِّنَ النَّبِيِّينَ» .

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تورات کی کچھ جامع عبارات لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا : اللہ کے رسول! یہ تورات کی کچھ جامع عبارات ہیں، جو میں نے بنو زریق سے تعلق رکھنے والے اپنے ایک بھائی سے لی ہیں۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ،جنہیں خواب میں اذان سکھائی گئی تھی، نے فرمایا : (اے عمر!) کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کی عقل مسخ کر دی ہے؟ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر موجود غصہ نظر نہیں آ رہا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے : میں اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے ،اسلام کے دین ہونے ،محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی ہو گیا۔یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غصہ دُور ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، اگر موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے پاس موجود ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو،تو تم بہت دُور کی گمراہی میں پڑ جاؤ گے۔امتوں میں سے تم میرے حصے میں آئے ہو اور نبیوں میں سے مَیں تمہارے حصے میں آیا ہوں۔''

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي :174/1)

اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، کیونکہ :

① ابو عامر،قاسم بن محمد،اسدی کے بارے میں خود حافظ ہیثمی فرماتے ہیں :

وَلَمْ أَرَ مَنْ تَرَجَّمَهٗ . ''میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کے حالات درج کیے ہوں۔''(أیضًا)

② ابو اسحاق سبیعی راوی ''مدلس'' اور ''مختلط'' ہیں۔

الحاصل : یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ''ضعیف'' ہے۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم، وعلمہٗ أحکم!

سوال ⑤ : کیا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا زہر پینا ثابت ہے؟

جواب : سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے زہر کا پیالہ پیا تھا۔اس بارے میں جتنی بھی روایات ہیں،ان میں سے کوئی بھی اصولِ محدثین کے مطابق پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔اس بارے میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

① ابو سفر،سعید بن یحمد کا بیان ہے:

نَزَلَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ الْحِيرَةَ عَلٰى أَمْرِ بَنِي الْمَرَازِبَةِ، فَقَالُوا لَهٗ : احْذَرِ السُّمَّ، لَا يَسْقِيكَهُ الْأَعَاجِمُ، فَقَالَ : ائْتُونِي بِهٖ، فَأُتِيَ بِهٖ، فَأَخَذَهٗ بِيَدِهٖ، ثُمَّ اقْتَحَمَهٗ، وَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ، فَلَمْ يَضُرَّهٗ شَيْئًا .

''سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنو مرازبہ کے معاملے میں حیرہ آئے،تو لوگوں نے کہا: ہوشیار رہیے،کہیں عجمی لوگ آپ کو زہر نہ پلا دیں۔آپ نے فرمایا: زہر میرے پاس لاؤ۔زہر لایا گیا،تو آپ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا اور بسم اللہ پڑھ کر اسے نگل لیا۔زہر نے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔''

(مسند أبي يعلٰى : 7186، فضائل الصحابة للإمام أحمد بن حنبل : 1478، دلائل النبوّة للبيهقي : 106/7، دلائل النبوّة لأبي نعيم الأصبهاني :445/1، تاريخ ابن عساكر : 251/16)

اس کی سند ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ابو سفر کا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

معجم کبیر طبرانی (4/105) میں ابو بردہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، لیکن ابو بردہ کا بھی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

مذکورہ دونوں روایات کے بارے میں حافظ ہیثمی فرماتے ہیں:

وَهُوَ مُرْسَلٌ، وَرِجَالُهُمَا ثِقَاتٌ، إِلَّا أَنَّ أَبَا السِّفْرِ وَأَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسٰى لَمْ يَسْمَعَا مِنْ خَالِدٍ .

''یہ روایت مرسل (منقطع) ہے۔ان دونوں سندوں کے راوی ثقہ ہیں، البتہ ابوسفر اور ابو بردہ دونوں نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔''

(مجمع الزوائد : 350/9)

② قیس بن ابو حازم سے یہ بیان منسوب ہے :

رَأَيْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ؛ أُتِيَ بِسُمٍّ، فَقَالَ : مَا هٰذَا ؟ قَالُوا : سُمٌّ، فَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ، وَازْدَرَدَهٗ .

''میں نے دیکھا کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس زہر لایا گیا۔آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ زہر ہے۔آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اسے نگل لیا۔''(المعجم الكبير للطبراني : 106/4، ح : 3809، فضائل الصحابة للإمام أحمد بن حنبل :1481، 1482، تاريخ ابن عساكر : 252/16)

اس کی سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ سفیان بن عیینہ اور ان کے استاذ اسماعیل بن ابو خالد، دونوں ''مدلس'' ہیں۔ان کے سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔

ویسے بھی زہر حرام اور مہلک چیز ہے۔سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ایسی چیز کا پینا عقلی طور پر بھی ممکن معلوم نہیں ہوتا۔

سوال ⑥ : ماں اگر بچے کو اپنی چھاتی سے دودھ پلاتی ہے، تو کیا اس کا وضو برقرار رہتا ہے؟

جواب : جی ہاں، وضو برقرار رہے گا۔ وضوتوڑنے والے جو امور شریعت نے بتائے ہیں، ان میں یہ امر شامل نہیں۔ یاد رہے کہ سبیلین (اگلی و پچھلی شرمگاہ) کے علاوہ کسی بھی حصے سے کچھ بھی خارج ہو، تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال ⑦ : درودِ تاج پڑھنا کیسا ہے؟

جواب : درودِ تاج بے اصل اور خود ساختہ درود ہے۔ اس میں غلوّ پر مبنی شرکیہ الفاظ موجود ہیں۔ اسے پڑھنا گمراہی اور بدعتِ سیّئہ ہے۔

جاہل عوام نے اس کی خود ساختہ فضیلت بھی عام کر رکھی ہے، لیکن فضیلت وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسولِ پاک ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

مسنون و ماثور درود چھوڑ کر خود ساختہ اور گمراہ کن درود پڑھنا نیکی کا کام نہیں ہوسکتا۔

سوال ⑧ : وضو کے آغاز میں بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا بھول جائے، تو کیا یاد آنے پر دورانِ وضو یا وضو کے بعد پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب : نہیں پڑھی جا سکتی۔ سنت طریقہ وضو کے شروع ہی میں پڑھنے کا ہے۔ ایسا ہو تو بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر دوبارہ وضو شروع کیا جائے۔

سوال ⑨ : مقامِ حوأب پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر کتوں کے بھونکنے والی روایت کیسی ہے؟

جواب : یہ روایت ''صحیح'' ہے۔تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

❁ **قیس بن ابو حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:**

لَمَّا أَقْبَلَتْ عَائِشَةُ، بَلَغَتْ مِيَاهَ بَنِي عَامِرٍ لَيْلًا؛ نَبَحَتِ الْكِلَابُ، قَالَتْ : أَيُّ مَاءٍ هٰذَا ؟ قَالُوا : مَاءُ الْحَوْأَبِ، قَالَتْ : مَا أَظُنُّنِي إِلَّا أَنِّي رَاجِعَةٌ، فَقَالَ بَعْضُ مَنْ كَانَ مَعَهَا : بَلْ تَقْدَمِينَ، فَيَرَاكِ الْمُسْلِمُونَ، فَيُصْلِحُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَاتَ بَيْنِهِمْ، قَالَتْ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا ذَاتَ يَوْمٍ : «كَيْفَ بِإِحْدَاكُنَّ، تَنْبَحُ عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوْأَبِ؟» .

''جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور رات کے وقت بنو عامر کے پانی پر پہنچیں،تو ان پر کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا۔آپ رضی اللہ عنہا نے استفسار فرمایا: یہ کون سا پانی ہے؟ بتایا گیا: یہ حوأب کا کنواں ہے۔فرمایا: میرے خیال میں مجھے یہیں سے واپس جانا چاہیے۔آپ کے ساتھ لوگوں میں سے ایک نے عرض کیا:نہیں،آپ آگے تشریف لائیں تاکہ مسلمان آپ کو دیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ ان کے مابین صلح کرا دے۔آپ نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (ازواجِ مطہرات کو) فرمایا تھا:تم میں سے کسی ایک کا کیا حال ہوگا، جب اس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے!''

(مسند الإمام أحمد : 52/6، المستدرك على الصحيحين للحاكم : 120/3، دلائل النبوّة للبيهقي : 410/6، 411، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (6732) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ .

’’اس حدیث کی سند صحیح ہے۔‘‘(سير أعلام النبلاء : 178/2)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا إِسْنَادٌ عَلٰى شَرْطِ الصَّحِيحَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجُوهُ .

’’یہ سند صحیح بخاری و مسلم کی شرط پر ہے، لیکن انہوں نے اسے بیان نہیں کیا۔‘‘

(البداية والنهاية : 211/6، 212)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ، وَسَنَدُهُ عَلٰى شَرْطِ الصَحِيحِ .

’’اس حدیث کو امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہما اللہ نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کی سند صحیح بخاری کی شرط پر ہے۔‘‘(فتح الباري : 15/13)

❀ قیس بن ابو حازم رحمہ اللہ ہی سے ایک دوسری روایت یوں ہے:

إِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ : لَمَّا أَتَتْ عَلَى الْحَوْأَبِ سَمِعَتْ نُبَاحَ الْكِلَابِ، فَقَالَتْ : مَا أَظُنُّنِي إِلَّا رَاجِعَةً، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا : «أَيَّتُكُنَّ تَنْبَحُ عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوْأَبِ؟»، فَقَالَ لَهَا الزُّبَيْرُ : تَرْجِعِينَ ؟ عَسَى اللّٰه عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يُّصْلِحَ بِكِ بَيْنَ النَّاسِ .

’’سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: جب وہ حوأب کے مقام پر آئیں، تو انہوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی اور کہا: میرے خیال میں مجھے واپس ہی جانا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا تھا: تم میں سے کون ہے جس پر

حواَب کے کتے بھونکیں گے؟اس پر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے عرض کیا: کیا آپ واپس جائیں گی؟ شاید کہ اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے لوگوں کے مابین صلح کرادے۔"

(مسند الإمام أحمد : 97/6، دلائل النبوّة للبيهقي : 410/6، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیه ①:

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ لِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ مُّنْكَرُ الْحَدِيثِ، ثُمَّ ذَكَرَ لَهٗ يَحْيٰى أَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ، مِنْهَا حَدِيثُ كِلَابِ الْحَوْأَبِ.

"مجھے امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ نے بتایا کہ قیس بن ابو حازم منکر الحدیث ہے، پھر انہوں نے قیس کی کئی منکر احادیث بھی بیان کیں۔حواَب مقام کے کتوں والی حدیث بھی ان میں شامل تھی۔"

(تاريخ ابن عساكر : 464/49، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ قول ذکر کرنے کے بعد حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بَلْ هِيَ ثَابِتَةٌ، مِنْهَا حَدِيثُ كِلَابِ الْحَوْأَبِ.

"بلکہ یہ (قیس کی احادیث) صحیح ہیں۔انہی میں سے حواَب مقام کے کتوں والی حدیث ہے۔"(المغني في الضعفاء : 526/2)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمُرَادُ الْقَطَّانِ بِالْمُنْكَرِ الْفَرْدُ الْمُطْلَقُ.

"امام ابن قطان رحمہ اللہ نے منکر کہہ کر فردِ مطلق (غریبِ مطلق) مراد لی ہے۔"

(تهذيب التهذيب : 389/8)

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُول اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم لِنِسَائِهِ : «لَيْتَ شَعْرِي، أَيَّتُكُنَّ صَاحِبَةُ الْجَمَلِ الْأَدْبَبِ، تَخْرُجُ كِلَابُ حَوْأَبٍ، فَيُقْتَلُ عَنْ يَّمِينِهَا، وعَن يَّسَارِهَا قَتْلًا كَثِيرًا، ثُمَّ تَنْجُو بَعْدَ مَا كَادَتْ» .

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے فرمایا: کاش! مجھے معلوم ہو کہ تم میں سے کون چہرے کے زیادہ بالوں والے اونٹ پر سوار ہو گی۔ حوأب کے کتے نکلیں گے اور اس کے دائیں بائیں بہت زیادہ قتل و غارت ہو گی۔ پھر وہ بال بال بچ جائے گی۔''(مسند البزّار [كشف الأستار] : 3273، وسندهٗ صحيحٌ)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

تُقْتَلُ عَنْ يَّمِينِهَا وَعَنْ يَّسَارِهَا قَتْلٰى كَثِيرَةٌ .

''اس کے دائیں اور بائیں بہت سے لوگ قتل کیے جائیں گے۔''

(مسند البزّار [كشف الأستار] : 3273، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ہیثمی فرماتے ہیں: وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔''(مجمع الزوائد : 234/7)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔(فتح الباري : 35/13)

تنبیہ ②:

امام ابو حاتم رازی اور امام ابو زرعہ رازی رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُّنْكَرٌ، لَا يُرْوٰى مِنْ طَرِيقٍ غَيْرِهٖ .

''یہ حدیث منکر ہے، اس سند کے علاوہ اسے روایت نہیں کیا گیا۔''

(علل الحديث لابن أبي حاتم : 590/6، ح : 2787)

اس قول سے یا تو یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث مراد ہے، یعنی اس کی ایک ہی سند ہے، یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث مراد ہے، یعنی وہ غریبِ مطلق ہے۔ لیکن اس کی دوسری صحیح سند بھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ یہ روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَهٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ أَعْلَامِ نُبُوَّتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِصَامُ بْنُ قُدَامَةَ ثِقَةٌ، وَسَائِرُ الْإِسْنَادِ أَشْهَرُ مِنْ أَنْ يُّحْتَاجَ لِذِكْرِهٖ .

''یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامات میں سے ایک ہے۔ عصام بن قدامہ ثقہ ہے اور باقی سند اتنی مشہور ہے کہ وہ محتاجِ بیان نہیں۔''

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب : 4/1885)

اِشکال اور اس کا جواب :

بعض لوگ اس حدیث کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کے خلاف سمجھتے ہوئے ردّ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی یہ روش سراسر غلط ہے۔

اس سلسلے میں محدث العصر، علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَإِنَّ غَايَةَ مَا فِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمَّا عَلِمَتْ بِالْحَوْأَبِ؛ كَانَ عَلَيْهَا أَنْ تَرْجِعَ، وَالْحَدِيثُ يَدُلُّ أَنَّهَا لَمْ تَرْجِعْ، وَهٰذَا مِمَّا لَا يَلِيقُ أَنْ يُّنْسَبَ لِأُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، وَجَوابُنَا عَلٰى ذٰلِكَ أَنَّهٗ لَيْسَ كُلُّ مَا يَقَعُ مِنَ الْكَمَالِ يَكُونُ لَائِقًا بِهِمْ، إِذْ لَا عِصْمَةَ إِلَّا لِلّٰهِ وَحْدَهٗ، وَالسُّنِّيُّ لَا يَنْبَغِي لَهٗ أَنْ يُّغَالِيَ فِيمَنْ يَّحْتَرِمُهٗ حَتّٰى يَرْفَعَهٗ إِلٰى مَصَافِّ الْأَئِمَّةِ الشِّيعَةِ الْمَعْصُومِينَ، وَلَا

نَشُكُّ أَنَّ خُرُوجَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ كَانَ خَطَأً مِّنْ أَصْلِهِ، وَلِذٰلِكَ هَمَّتْ بِالرُّجُوعِ حِينَ عَلِمَتْ بِتَحَقُّقِ نُبُوَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْحَوْأَبِ، وَلٰكِنَّ الزُّبَيْرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَقْنَعَهَا بِتَرْكِ الرُّجُوعِ بِقَوْلِهِ : عَسَى اللّٰهُ أَنْ يُّصْلِحَ بِكَ بَيْنَ النَّاسِ، وَلَا نَشُكُّ أَنَّهٗ كَانَ مُخْطِئًا فِي ذٰلِكَ أَيْضًا، وَالْعَقْلُ يَقْطَعُ بِأَنَّهٗ لَا مَنَاصَ مِنَ الْقَوْلِ بِتَخْطِئَةِ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ الْمُتَقَاتِلَتَيْنِ اللَّتَيْنِ وَقَعَ فِيهِمَا مِئَاتُ الْقَتْلٰى، وَلَا شَكَّ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا الْمُخْطِئَةُ لِأَسْبَابٍ كَثِيرَةٍ وَّأَدِلَّةٍ وَّاضِحَةٍ، وَمِنْهَا نَدَمُهَا عَلٰى خُرُوجِهَا، وَذٰلِكَ هُوَ اللَّائِقُ بِفَضْلِهَا وَكَمَالِهَا، وَذٰلِكَ مِمَّا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ خَطَأَهَا مِنَ الْخَطَإِ الْمَغْفُورِ، بَلِ الْمَأْجُورِ.

''اس میں زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب حوأب مقام کے بارے میں معلوم ہوا، تو انہیں واپس چلے جانا چاہیے تھا، لیکن اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ واپس نہیں گئیں، یہ بات ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو زیبا نہیں۔اس سلسلے میں ہمارا جواب یہ ہے کہ ضروری نہیں، ہر کمال والی صفت ہی صحابہ کرام کے لائق ہو، کیونکہ لغزش سے مبرا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔کسی سنی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنی قابل احترام شخصیت کے بارے میں اتنا غلو کرے کہ انہیں معصوم شیعہ اماموں کی صف میں لا کھڑا کرے۔ہم اس بات میں شک نہیں کرتے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا یہ خروج اصل میں خطا پر مبنی تھا۔اسی لیے جب انہیں معلوم ہوا کہ حوأب مقام

کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی پوری ہو گئی ہے،تو انہوں نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔البتہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ کہہ کر واپسی کا ارادہ چھوڑنے پر قائل کر لیا کہ شاید آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں صلح کرا دے۔اس میں بھی شک نہیں کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بھی اپنے اس اجتہاد میں خطا پر تھے۔عقل (بھی) اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ ان دو گروہوں میں سے کسی ایک کو ضرور خطا وار قرار دیا جائے،جن کے مابین سینکڑوں لوگوں کا خون ہوا ہو۔ بلا شبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اجتہاد اس معاملے میں خطا پر مبنی تھا۔اس کے بہت سے اسباب اور واضح دلائل ہیں۔ایک دلیل تو ان کا اپنے اس خروج پر نادم ہونا ہی ہے۔ان کے فضل و کمال کو یہی بات مناسب تھی (کہ وہ غلطی پر نادم ہوتیں)۔اسی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی یہ اجتہادی خطا ان خطاؤں میں سے ہے جو نہ صرف معاف کر دی جاتی ہیں، بلکہ ان پر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک) اجر بھی عنایت ہوتا ہے۔''

(سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فوائدها وفقهها، تحت الحديث : 474)

الحاصل :

مقامِ حوأب پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر کتوں کے بھونکنے والی حدیث ''صحیح'' ہے۔اس حدیث سے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی شان اور ان کے مقام میں کوئی فرق نہیں آتا،کیونکہ مجتہد جب اجتہاد کرتا ہے،تو صحیح ہونے کی صورت میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو اجر اور غلط ہونے کی صورت میں ایک اجر ضرور عطا کیا جاتا ہے۔